تعبیرات اتنی سخت جان ہیں کہ چودہ سو سال کے طویل عرصہ میں انہیں مٹایا نہیں جا سکا، تو ان لوگوں کا ایسے جشن منانا کیا منافقانہ چال تو نہیں؟ انہیں تو دراصل ماتم اور یاس کی محفلیں لگانی چاہئے تھیں۔ اس جشن ومسرت کا حقدار تو وہی راسخ العقیدہ گروہ ہے جس کی انتھک جدوجہد، علمی جانکاہی، دینی ثقاہت خداداد فہم وفراست اور تقویٰ وتدین کے صدقے اہل زیغ والحاد کی دست اندازیوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود قرآن حکیم اپنے معانی اور تشریحات کے ساتھ محفوظ رہا اور جس نے قرآن کریم کے منقول و متوارث مفہوم اور تعبیر کو جان ومال سے زیادہ عزیز سمجھا۔ قرآن حکیم کی حفاظت جس کا وعدہ ہو چکا ہے دراصل اس کے معانی، تشریحات اور سنت وحکمت نبویؐ ہی کی شکل میں ہے۔ اگر دین وشریعت کی شکل میں قرآن کے مطالب محفوظ نہ ہوتے اور ہر شخص اسے اپنی من مانی تاویلات اور تعبیرات کا جامہ پہنا سکتا تو صرف الفاظ کی حفاظت کا کوئی فائدہ نہ رہتا۔

★

جنوبی افریقہ اور یورپ میں آج کل دل کی تبدیلی کے اپریشن ہو رہے ہیں۔ اس معاملہ کی شرعی حیثیت سے قطع نظر جہاں تک سائنسی ترقیات، متنوع انکشافات اور سرجری کے محیر العقول کارناموں کا تعلق ہے اگر ان کے استعمال سے کسی کے دینی، اخلاقی اور جسمانی یا مادی حقوق پائمال نہ ہوں اور وہ حقیقی معنوں میں انسان کی خدمت کا ذریعہ بنیں تو اسلام کو ایسی سائنس وتحقیق پر نہ کوئی اعتراض ہے۔ اور نہ وہ مسلمانوں کو اس میں کمال حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ آج کی سائنس درحقیقت عالم غیب کے بارہ میں اسلام کے ان اعتقادات کی تائید اور معجزات وکرامات کے اُن خرق عادت مثالوں کی تصدیق کر رہی ہے جس کا ظہور انبیاء کرام اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے ہاتھوں ہوا اور علوم نبوت اور تعلیمات اسلام سے بے بہرہ عقل اور مادہ کی پرستش کرنے والے حضرات اب تک اس کے ماننے پر تیار نہ تھے۔ مثال کے طور پر اسلام نے اعتقادات کا یہ مسئلہ پیش کیا کہ قیامت کے دن انسان کے تمام اعضاء اپنے اپنے اعمال وافعال کی شہادت دیں گے۔ لوگوں نے اس پر حیرت ظاہر کی مگر آج کے گراموفون اور ٹیپ ریکارڈ نے بندگانِ مشاہدہ کو اس کے ماننے پر مجبور کر دیا کہ اگر لوہا اور سیاہ رنگ کا فیتہ بول سکتا ہے تو جس خدا نے زبان کو گویائی کی طاقت دی وہ بدن کی کھال اور ہڈیوں کو بھی گویا کرا سکتا ہے۔ امت مرحومہ کے عقیدۂ معراج جسمانی سے مادہ پرستوں کی عقل انکار کرتی رہی۔ آج کے خلائی اور سیاراتی کارناموں، جہاز، راکٹ اور میزائل نے تصور معراج کو تجربہ اور مشاہدہ کی حدود میں لا کھڑا کیا ہے۔ اسی طرح اسلام کے وزن اعمال کا مسئلہ کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال

اقوال تولے جائیں گے۔ آج کے سائنسی اوزان اور ترازوؤں کے ذریعہ لطیف سے لطیف اشیاء حرارت، برودت اور ہوا تک کو تولا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ جرمنی میں انسانی اخلاق اور احساسات معلوم کرنے کے آلات بھی ایجاد ہوچکے ہیں۔ اور وزنِ اعمال کا مسئلہ عقل و فہم کے قریب ہوچکا ہے۔ اگر حضرت عمر فاروقؓ کی آواز کا سینکڑوں میل کی مسافت پر پہنچنے پر استبعاد ہے تو ہزاروں میل سے ریڈیو، وائرلیس، ٹیلی ویژن کے ذریعہ اصوات اور تصاویر کے منتقل ہونے سے اس "کرامت فاروقیؓ" کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ یہی حال حضورؐ کے معجزۂ شق صدر کا ہے۔ حضورؐ کے سینۂ مبارک کا چاک ہو جانے کے واقعہ سے عصر حاضر کے فلاسفروں کو اگر اچنبھا ہوسکتا تھا تو آج کی سرجری دل، جگر، گردوں اور دیگر اعضائے رئیسہ کے اپریشنوں کے ذریعہ حضورؐ کے شق صدر کے بارہ میں سچے اخبار اور دیگر غیبی معانی اور حقائق کی تسلیم پر دنیا کو مجبور کر رہی ہے۔ گو مسلمانوں کے نزدیک ان غیبی حقائق کی تصدیق اور ایمان کے لئے کسی سائنس اور مشاہدے کی ہرگز ضرورت نہیں جس ذات نے حقائق اور خواص اشیاء کی پردہ دری کی صلاحیتیں انسان کو عطا فرمائیں کیا وہ خود اس کائنات اور اسکی مخلوقات میں تمام اسباب وعادات کو توڑ کر ہر قسم کے تصرف پر قادر نہ ہوگا۔؟

★

تبدیلئ دل کے اپریشن پر تاثرات اور ردّعمل کے ضمن میں بعض ماہر ڈاکٹروں نے اس شبہ کا اظہار کیا ہے کہ مرنے والے کا دل ایسے حال میں نکال دیا جاتا ہے۔ کہ اس میں زندگی کی رمق اور آثار قائم رہتے ہیں۔ اگر واقعہ ایسا ہے جس کا ڈاکٹر برنارڈ نے بھی دبی زبان سے اعتراف کیا ہے۔ تو یہ "کارنامہ" سرجری کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہونا چاہئے۔ زندگی ایک لحظہ کی کیوں نہ ہو، بہرحال زندگی ہے۔ اور ہر انسان کو دوسرے کے ہزار سال سے اپنی زندگی کا ایک لمحہ عزیز ہوتا ہے۔ ایک کی متوقع زندگی کیلئے دوسروں کی زندگی کا ٹمٹماتا چراغ جلدی سے بجھا دینا ایک غیر اخلاقی اور خودغرضانہ حرکت ہے اگر مان بھی لیا جائے کہ اس مقصد کیلئے مردہ دلوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔ تو شرعی حیثیت سے قطع نظر پھر بھی انسانی اور اخلاقی لحاظ سے یہ معاملہ غور طلب ہے۔ مگر "اخلاقیات" نام کی کوئی شے یورپ کی منڈیوں میں عنقا ہے۔

★

یورپ کے بعض ڈاکٹروں نے تبدیلئ قلب کے سلسلہ میں یہ توقع بھی ظاہر کی ہے کہ عنقریب انسان کے سینہ میں انسانوں کی بجائے سور اور بندر کا دل بھی نصب کیا جاسکے گا۔ کیونکہ سور اور بندر

کو انسانی قلوب سے زیادہ مناسبت ہے۔ اس کے ساتھ بعض ڈاکٹروں کا یہ تاثر بھی ملحوظ رہے کہ نئے دل کا انسان کی نفسیات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔ انسان کا رشتہ تخلیق بندر سے ملانے کا سہرا بھی یورپ کے سر تھا۔ ڈارون نے اپنی کتاب اصل الانواع میں انسان کو بندروں کی اولاد قرار دیا۔ چودھویں صدی کی تہذیب نے اپنے حیوانی فلسفوں اور طور طریقوں سے انسان کے باطن کو سور اور بندروں کے سانچہ میں ڈھال دیا۔ اور اس مسخ باطنی کی رہی سہی کسر اس ظاہری اور جسمانی مسخ سے پوری ہو جائے گی۔ بیسویں صدی کا انسان جسے فیاضِ ازل نے احسن تقویم اور کرامت علمی کی دولت سے نوازا تھا۔ اپنے اعمال و کردار کے ہاتھوں دوبارہ اسفل سافلین کی طرف لوٹ رہا ہے۔ مغرب کے انسانی قلوب کا سور اور بندروں سے مناسبت کے بارہ میں ڈاکٹروں کی رپورٹ کی تائید مغضوب اور ذلیل اقوام کی تاریخ سے بھی ہو سکتی ہے۔ ان کی سرکشی، دنیا طلبی اور حق دشمنی نفسانی خواہشات کی پیروی اور حیوانیت جب حد سے تجاوز کر گئی تو خدا نے انہیں بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دیا تھا اور انہیں شیطان کا غلام بنا دیا تھا جس کی خبر خدا نے ان الفاظ سے دی ہے۔ وجعلنا منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت اولئك شر مكانا واضل عن سواء السبيل۔ (اور ہم نے ان میں سے بعض کو بندر بنا دیا اور بعض کو سوّر اور طاغوت کے بندے۔ یہ لوگ بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بھٹکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے۔) کیا آج کی مادہ پرست قومیں اخلاق و کردار کے لحاظ سے سور اور بندروں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔؟ اور کیا انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا رب نہیں بنایا؟ کیا وہ زندگی کا مقصد صرف حیوانی خواہشات کی تکمیل نہیں سمجھتیں۔؟ پس جب کہ ہر انسانی مجد و شرف سے محروم کرنے اور خدا کی یاد سے غافل کرنے والی چیز طاغوت ہے تو ان کے عبد الطاغوت ہونے میں کون سا شبہ رہ گیا ہے۔ اور جب کہ اغراضِ حیوانی کی تکمیل میں حلال و حرام، شرم و حیاء عفت و عصمت، ظلم و انصاف اور دیگر تقاضوں کا لحاظ نہ کرنا سوروں اور بندروں کی جبلت ہے۔ تو ان کے اعضاء اور جوارح سے عہدِ جدید کے ترقی یافتہ انسان کے جسم اور جوارح کی مناسبت کیوں نہ ہو گی ــــــ؟

★

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کا وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ــــ حضرت علامہ علمی تبحر علوم نقلیہ و عقلیہ میں جامعیت، سلامت طبع، علمی وقار و تمکنت، زہد و تقویٰ اور بے نفسی ہر لحاظ سے بے نظیر